ولادتِ مسیح

اِس مسئلہ کے کئی پہلو ہیں۔ جن میں سے ایک وہ ہے جو مسیحی صاحبان اختیار کرتے ہیں ان کا دعویٰ ہے۔ کہ بے باپ ہونا مسیح کی ایک خاص فضیلت ہے جس میں کوئی دوسرا انسان نہیں اور چونکہ ابتدا سے آدم کے بیج سے ایک گناہ چلا آتا ہے۔ اِس واسطے مسیح اس گناہ سے صاف رکھا گیا۔ لیکن ان کا یہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ (۱) کوئی شخص گنہگار یا بے گناہ اپنی ولادت کے سبب سے نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ اپنے اعمال کی سمت سے اگر ولادت انسان کو معصوم کرتی ہے تو پھر آدم علیہ السلام سب سے زیادہ معصوم تھا۔ (۲) پہلا گناہ آدمؑ نے نہ کیا تھا۔ بلکہ اس کی عورت نے کیا اور آدم کو بھی پھل عورت نے کھلایا۔ پس زیادہ تر گناہ کا بیج عورت ہی سے ہے اور جو شخص صرف عورت سے ہوگا۔ اور مرد کا حصہ اس میں نہ ہوگا۔ اس میں گناہ کا میلان زیادہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ بائبل میں ایوب کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا وہ بیگناہ نہیں ٹھہر سکتا (۳) صرف عورت سے پیدا ہونا انسانی حالت کی ایک ضعف اور کمزوری کا نشان ہے نہ کہ کمال کا؟ وہ کامل انسان نہیں ہو سکتا جو مرد اور عورت کے تعلق سے نہ ہو اور صرف ایک سے ہو اور ممکن ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر بھر شادی نہ کی تو وہ کسی ایسے ہی سبب سے ہو:

بہرحال بے باپ ہونا مسیح کے واسطے کسی فضیلت کا موجب نہ تھا۔ بلکہ یہ امر ایک علامت تھی اس بات کی کہ یہودیوں کے درمیان کوئی مرد اس قابل نہ رہا تھا۔ کہ حضرت خاتم النبیین کی بشارت دینے والا نبی ان میں سے کسی مرد کا بیٹا کہلا سکے۔ اور اسی کے مطابق مسیح ثانی کسی گدی نشین کا مرید ہو کر اس کا روحانی بیٹا نہ کہلایا؟

دوسرا پہلو ولادت مسیح کا وہ ہے جس پر نیچری طبع لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا ہونا خلاف قانون قدرت ہے۔ اس کا جواب از روئے سائنس حاجی حفیظ محمد احسن صاحب نے رسالہ ... میں ... تھا ... اور ہم اس کیا ... اس واسطے درج ذیل کرتے ہیں (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

یہ ایک عجیب بات ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں بعض ایسی روایات موجود و مشہور ہیں جو بظاہر قانون قدرت اسباب عادیہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ اور کسی طرح عقل ان کی تائید نہیں کرتی۔ مگر اس سے زیادہ تعجب کے قابل یہ امر ہے کہ باوجود ادعائے معقولیت انکشاف حقائق و ہمہ دانی عموماً پیروان مذاہب ایسی روایات کے صرف بربنائے نقل بزور و شور سے معتقد اور ایسے معتقدات کو اسرار قدرت مان کر اس میں چون و چرا کرنا موجب کفر سمجھتے ہیں۔ طرہ یہ کہ گو خود ایسے اعتقادات رکھتے ہوں لیکن جب کبھی دوسرے مذہب والے سے مقابلہ آ پڑتا ہے تو اس کے ایسے معتقدات پر طعن و تشنیع کرنے سے نہیں چوکتے۔

نصف صدی ادھر تک دنیا خصوصاً ایشیا میں عقاید مذہبی کی اتنی وقعت کیجاتی تھی کہ آدمی ظاہری مسائل میں اسباب و علل کا دریافت کرنا مذہب کے ساتھ گستاخی تصور کرتے تھے مگر اب وہ زمانہ آیا ہے کہ لوگ ذات باری تعالیٰ پر بھی حملہ کرنے سے نہیں چوکتے۔ جوں جوں (نام نہاد) تہذیب بڑھتی جاتی ہے مذہب کی وقعت کم ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ موجودہ دور میں مذہب کا اقرار کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ گو اس میں شک نہیں کہ وقعت مذہبی روز بروز محدود ہوتی جاتی ہے مگر جب سے تجربہ و مشاہدہ کا بول بالا ہوا ہے مذہبی اُصول کو لوگ اسی معیار سے پرکھنا چاہتے ہیں اور یہ خیال تو شاید کسی کو بھولے سے بھی نہ آتا ہوگا کہ ہمارے معلومات کی وسعت کہاں تک ہے یا یہ کہ جن تجربات پر ہم اچھل کود رہے ہیں جا ہے وہ ہماری نگاہ میں پہاڑ ہی کیوں نہ دکھائی دیں۔ لیکن دراصل ان کی حقیقت رائی سے زیادہ نہیں وَمَا اُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ مگر مذہب بھی عجیب غریب چیز ہے۔ کہ ایسے ایسے حوادث کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتا ہے چند منٹ تک ہم اختلاف مذاہب اور ان کی تنقید و ترجیح کو نظرانداز کر کے دیکھیں تو صاف نظر آئیگا کہ ہر ایک مذہب مذاق زمانہ کے مطابق اصول سائنس سے اپنے مذہب کی حقانیت اور اس کے برکات و فیض کی اہمیت ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہے اور تمام ملل کے پیرو اس معرکہ آرائی میں سرگرم ہیں۔ اور واقعی اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ کسی بات کو جہاں تک اس پر بحث و مباحثہ ممکن ہے بغیر کوئی متنفس تسلیم کرے یا معترض کو محض کافر کہ دینے سے نجات ہو جائے بلکہ اسی عالمگیر ہوا کے جھونکوں نے اُن لوگوں کو سخت پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جنہوں نے مختلف مذاہب کے انتخاب و تالیف سے اپنے اصول و عقاید قایم کئے ہیں اور ذاتی رائے سے نجات اخروی کے اسباب و ذرائع معین کر کے اپنی مشن کو کامیاب بنانے کے خبط میں سرگرداں ہیں۔ الم ذلک الکتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ... مسلمانوں کا ایمان بالغیب کا مسئلہ مشہور و معروف ہے ہماری مقدس کتاب کے ابتدا ہی میں ھُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کے الفاظ سے ایمان بالغیب کی ثنا و صفت کیگئی ہے۔ غالب نے اپنے ایک شعر میں اسی عقیدہ کو بڑی خوبی و خوش اسلوبی سے لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب
اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

مسلمانوں کے عقاید میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو علم مشاہدہ و تجربہ کی مغایر معلوم ہوتی ہیں اور گو جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے قریب قریب تمام مذاہب میں ویسی ہی روایات موجود ہیں۔ اور بالخصوص اہل کتاب (عیسائی و یہودی) ایسے معتقدات میں ہم سے قطعاً متحد ہیں مگر جہاں تمام اسلام کا درمیان میں آیا طعن و تشنیع کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے اور اسلام کی آنکھ کا تنکا دیکھتے وقت اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

خوش قسمتی سے انبیائے سلف کی نبوت کو بالفاظ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ تسلیم کر لینے سے مسلمانوں کو ابنائے زمانہ کے مقابل صدہا اعتراض کا جواب دہ قرار دے رکھا ہے اور باوجودیکہ بموجب روایت قرآنی اسلام کے ذمہ کوئی جوابدہی نظر نہیں آتی مگر حکایات اہل کتاب جو مسلمانوں میں بوجہ العقیدہ ہونے کے بطور احکام دین مشہور و مخلوط ہو گئی ہیں اور جن کو آج بلا تنقیح صحیح و سقیم کے مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے انہوں نے ہمارے دامن کو مدعی کے پنجوں میں پھنسا رکھا ہے اور عوام میں ان قصص حکایات کی وبا ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ تسکین خصم کے اسباب تلاش کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

ہم نہایت زور اور صدق دل کیساتھ کہتے ہیں کہ مذہب اسلام میں خدا نے انوار حقانیت کی ایسی جید و لازوال قوت مکنون فرمائی ہے کہ وہ کسی زمانہ میں اور کسی قسم کی معارضات کا جواب دینے سے عاجز نہیں ہے اور گو ایک خدا کے ماننے والے آدمی کا ہر چیز کی نسبت خدا کی قدرت پر محول کر دینا مناسب جواب ہے کیونکہ جب وہ وجود باری تعالیٰ کا قایل ہے اور اس پاک ذات کو ہمہ اوصاف قدرت و حکمت سے موصوف مانتا ہے تو اس کے نزدیک کوئی بات دائرہ قدرت الٰہی سے خارج نہیں ہو سکتی تاہم یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ مخالف و موافق ہر شخص کی تسکین دینے کے واسطے اسلام میں زیادہ طاقت موجود ہے اور اس کا تحریری و خدائی قانون یعنے قرآن مجید مسلمانوں کی حفاظت و صیانت کے واسطے حصن حصین سے کم نہیں ذرا سا غور و تدبر کرنے سے مخالفین کے تمام اعتراضات کی قلعی قرآن مجید ہی کھول دیتا ہے اور مسلمانوں کی طرف سے مدینہ سپر ہونے کو موجود رہتا ہے و لقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر

عرصہ ہوا ہمارے ایک محترم مقدس اور روشن خیال عالم نے اثنائے گفتگو میں فرمایا تھا۔ کہ جوں جوں سائنس اور مشاہدہ و تجربہ کو ترقی ہوگی اسلام کی حقانیت کے لوگ خود بخود معترف ہوتے جائیں گے اور قرآن مجید میں تدبر کرنے والوں کی نگاہیں ان معارف حقائق کو مقتضیات زمانہ کے مطابق ثابت کردیں گے جو بظاہر علوم جدیدہ کے بالکل خلاف نظر آتے ہیں۔ ہم نے جب کبھی غور کیا ہے اس مقولہ کو حرف بحرف صحیح پایا ہے اکابر علماء کی جن تصانیف کے مطالعہ سے ہم کو شرف اندوز سعادت ہونے کا موقعہ ملا ہے ان کے مضامین سے یہ صاف اور صریح طور پر آشکار ہے کہ ہمارے مقدس مذہب کے استدلالات نے معترضین کے ہفوات کا بخوبی قلع قمع اور مذہب و سائنس کے اختلاف کے دہم کو ہبا ء منثور کر دیا ہے والحمد للہ علیٰ ذٰلک

منجملہ ان اسلامی عقاید کے جن پر مخالفین کو اعتراض ہے ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ کے تسلیم کرنا ہے ہم لوگ اس مسئلہ میں سوائے اقرار الوہیت حضرت عیسیٰ و تثلیث کے عیسائیوں سے بالکل متفق ہیں یہود نے تو اس مقدس مولود کی پیدائش کے وقت ہی اعتراض کیا تھا کہ ولادت مشکوک ہے کہیں دنیا میں کوئی بے باپ کے بھی پیدا ہوا ہے اور زیادہ تر اسی شکوک نے حضرت عیسیٰ کی مشن کو آپ کے سامنے کامیاب نہ ہونے دیا۔ مگر وہ زمانہ معجزات اور خوارق عادت ماننے والوں کا تھا اس وجہ سے بالآخر معتقدات مذہبی کا خیال لوگوں پر غالب آیا اور ایک حد تک دنیا نے آپ کی ولادت کو معجزہ مان کر نبوت کا اقرار کیا لیکن مخالفین کے اعتراضات سے محفوظ رہنے کے خیال سے اس میں ایسے ایسے پر اسرار شرائط و عقاید اضافہ کئے گئے ہیں کہ جنکی پیچیدہ بھول بھلیوں میں بھٹکتے پھرنے کے سوا شاہراہ ہدایت ملنا دشوار ہے اور اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ماہران علوم جدیدہ وسائنس کا ایک بڑا گروہ یہود کی ہم زبانی میں عیسوی مذہب کے تقدس مآب پیشوا کی عظمت و جلالت کو لقین کر بیٹھے منکر ہے اور مذاہب میں بھی مافوق العادت اور مافوق الفطرت ولادتیں ہوئی ہیں۔ جن میں مذہب ہنود کے روایات سے تو بہت زیادہ نظائر ایسی پائی جاتی ہیں۔ مگر اس پر کوئی رد و قدح نہیں کی جاتی۔ بخلاف اس کے مسلمانوں پر حضرت مسیح کی ولادت بے پدر مان لینے سے اس زور و شور سے نکتہ چینی کیجاتی ہے کہ عیسائیوں سے اس غلو کے ساتھ جواب طلب نہیں ہوتا۔

میں نے اکثر اس بارے میں غور کیا ہے کہ حضرت آدم کی پیدائش پر کیوں اس شدت سے اعتراض نہیں کیا جاتا جیسا کہ حضرت مسیح کی ولادت پر کیا جاتا ہے لیکن جہانتک میرے ذہن میں آتا ہے سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ پیدائش آدم علیہ السلام کے متعلق مسئلہ ارتقاد ترقی نوعی پر قیاسی طبع آزمائیاں کرکے لوگ کسی قدر مطمئن ہو گئے ہیں اور حضرت مسیح کی پیدائش ایسے زمانہ میں ہوئی جب دنیا میں صرف زناشوی کے تعلقات ہی اسباب پیدائش قرار پا سکتے تھے لہذا اختلاف قانون قدرت اور مشاہدات روزمرہ بے باپ کے پیدا ہونا عقل سلیم کے نزدیک شکوک اور باور کرنے کے قابل نہیں۔ اسلامی قانون یعنی قرآن مجید ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (خدا کے قانون کو بدلا ہوا نہ پاؤ گے) ایک ایسا کلیہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ جسکی تائید کرتے ہوئے بعض مسلمان بھی اس شک میں پڑ گئے۔ کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت بے باپ کے کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے محض اسی اعتراض کے دفعہ کرنے کے لئے یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت مریم کی شادی یوسف نجار سے ہوئی تھی اور جناب مسیح دراصل یوسف کے بیٹے ہیں۔ اور جن لوگوں نے بوجہ عقیدہ مشتہر ہونے کے علی الاعلان اختلاف نہیں کیا وہ یا تو دل میں مشکوک رہے یا قدرت خدا کے حوالہ کر کے جان چھوڑائی۔ مگر جب ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام عین فطرت کے مطابق ہے تو خلاف عقیدہ مشہور کوئی بات فرض کر لینے یا حوالہ بخدا کر دینے سے تشفی نہیں ہو سکتی۔

حاش للہ مجھکو یہ دعوےٰ نہیں کہ مجھے الہام ہوتا ہے یا میں مؤید من اللہ یا ولی کامل ہوں یا عارف باللہ کہ اسرار حقایق مجھ پر منکشف ہوتے ہیں۔ بلکہ بخلاف اس کے ایک بد نصیب اور بد اعمال آدمی ہوں کہ اگر خدا اپنی صفت ستاری کو کام فرما کر عیب پوشی نہ کرے تو تمام عالم میں رسوائی ہو لیکن بایں ہمہ ایک کلمہ گو مسلمان ضرور ہوں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ اور بحیثیت ایک مسلمان کے ولادت مسیح علیہ السلام کے متعلق سائنس والوں کے اعتراضات دفع کرنے کے واسطے جو مراتب میرے ذہن میں آئے ہیں ان کو حوالہ قلم کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ یہ تاویلات صحیح ہوں گے اور نہ صرف میرے ہم مذہب مسلمان بھائی ہی اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھینگے بلکہ گرجا نشین راہب پادری بھی دلی شوق سے لبیک کہینگے اور مخالفین و مجادلین اس مضمون کو پڑھنے کے بعد بیجا نکتہ گیریوں سے باز آویں گے وباللہ التوفیق۔

مسیح علیہ السلام کی ولادت کا راز فلسفیانہ طور پر

اس وقت تک نہیں کھولا جا سکتا جبتک کہ ہم توالد و تناسل کے مسئلہ کی پوری طور سے چھان بین نہ کریں یوں تو روزمرہ پیدائش و مرگ کے واقعات دنیا میں پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ پیدائش ہوتی کیونکر ہے ظاہر حال جس طرح دیگر حیوانات میں نر و مادہ کا جوڑہ لگنے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح انسان میں بھی مرد و عورت کی صحبت و مقاربت سے اولاد پیدا ہونے کا قاعدہ ہے البتہ بعض حیوانات از قسم حشرات الارض ایسے ہیں جو وقت مقررہ پر پیدا ہوتے ہیں اور بعد معینہ کے فنا ہو کر پیوند خاک ہو جاتے ہیں۔ جن میں سے بعض تو بارش کے ساتھ پھر نکل پڑتے ہیں جیسے کینچوا دیر بہوٹی وغیرہ اور بعض کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ مدت حیات پوری کر کے مردہ و خشک ہو جاتے ہیں اور ایک زمانہ معینہ پر اُن کے جسد بے جان میں پھر نشو و نما ہوتا ہے جیسے پھڑکو جاڑوں میں بالکل خشک ہو جاتے دیکھا گیا ہے اور گرمیوں میں اسی جسد میں ایک حالت نمود کی پیدا ہو جاتی ہے اس نوع سے ترقی کر کے پرندوں کے حالات دیکھو تو علاوہ ان کے نر و مادہ یکجا ہو کر انڈہ دیتے اور بچہ نکالتے ہیں بعض اقسام پرندوں میں بلا نر کے بھی انڈہ دیتے ہیں جیسے مرغ خانگی کے خاکی انڈے۔ گو ان انڈوں سے بچے نکلنے میں پوری کامیابی نہیں ہوتی مگر انڈے ضرور ہوتے ہیں اور بظاہر کوئی فرق نر سے جوڑہ لگے ہوئے انڈوں اور خاکی انڈوں میں نہیں ہوتا گو یہ معلوم ہونے کے بعد کہ خاکی انڈے سے بچہ نہیں نکلتا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نوع حیوانی کی نسل بڑھانے کے واسطے نر و مادہ کی یکجائی ضروری ہے لیکن ساتھ ہی مرغ کی تمثیل سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بعض حیوانوں کے مادہ نسل میں یہ قوت ہوتی ہے کہ اس سے نر و مادہ دونوں کے مجموعی افعال و آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ گو وہ ایک حد تک ناکمل ہی کیوں نہ ہوں اور یہ امر منجملہ عجائبات قدرت کے ہے۔

مفرح القلوب میں حکیم ارزانی صاحب لکھتے ہیں کہ بعض نفوس (اناث) کے مادہ تولید میں قوت فاعلہ و منفعلہ دونوں ہوتی ہیں یہ ایک ایسا مقولہ ہے جس پر جرح کرنیکا حق ہم کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ جب طبیب حاذق نے لکھا ہے تو کسی دلیل کی بنا پر لکھا ہوگا۔ لیکن چونکہ حکیم صاحب نے کوئی تفصیل اسکی نہیں بیان کی۔ لہذا اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی عصمت ثابت کرنے اور جناب مسیح کے بے باپ پیدا ہونے پر اعتراض نہ

دارو گئے جانے کے واسطے یہ کلیہ بطور پیش بندی لکھدیا ہے حضور صاحب تشریح اجسام کی کتابیں اور تجربات طبی دیکھنے کو بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ مرد و عورت دونوں کے مادہ تولید میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ عورت کے مادہ تولید میں بیضیاں ہوتی ہیں اور مرد کے مادہ تولید میں لمبے کیڑے ہوتے ہیں جو وقت مجامعت ان بیضیوں میں چلے جاتے ہیں اور اسی کا نام نطفہ قرار پانا ہے۔ تو قیاس کسی طرح قبول نہیں کرتا کہ ایک ہی مقام میں اور ایک ہی قسم کی نالیوں اور رگوں اور ایک ہی مادے میں دو مختلف الصورت و مختلف الکیفیت آثار پیدا ہوں کیونکہ تمثیلاً ہم نباتات کے متعلق مشاہدات پر غور کریں تو کبھی ایک تخم سے دو قسم کے پھل پیدا ہوتے نہ دیکھے جاویں گے جس ذرہ ارضی میں ایک گھاس کی جڑہ لگی اُسی اور صرف اُسی ذرہ سے بغیر علیحدگی اس گھاس کے دوسرے نباتات اُگ ہی نہیں سکتے۔ تب کیونکر مانا جا سکتا ہے کہ ایک ہی عورت کے رحم میں اور ایک ہی مقام پر دوہری قوت والا مادہ موجود رہتا ہے اور اس سے اولاد پیدا ہو سکتی ہے جبکہ دو جدا جدا قسم کے مادہ کی یکجائی کے بغیر حمل نہیں رہ سکتا۔ ہمنے مناظرہ کی کتابوں میں ولادت مسیح کے متعلق خلاف نیچر ہونے کا جو جواب دیکھا ہے وہ بھی قریب قریب بالکل یہی ہے جو حکیم اندالی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ امر خدا کی قدرت سے بعید نہیں کہ کسی عورت کے مادہ میں دونوں قوتیں پیدا کر دے جس سے حمل قرار پا جائے اور اسی جواب نے ہم کو پریشان کر کے اس حکمت الٰہیہ کا پتہ لگانے پر مجبور کیا کیونکہ ایک ہی مادہ میں دو قوتیں ہو نہیں سکتیں اور دو مختلف قسم کے مادوں کا ایک ہی مقام پر بلا کسی خاص کیفیت کے پیدا ہونا ممکن نہیں۔ اور مرغ کے خاکی انڈوں سے مسکت خصم استدلال اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ چڑیوں میں ایک ذخیرہ انڈوں کا پہلے ہی سے موجود رہتا ہے گویا صانع حقیقی جب اُن کو مادہ بناتا ہے تو بجائے مواد ولادت کے ایک ذخیرہ تخم کا اس میں پیدا کر دیتا ہے جو عمر کے ساتھ ترقی پا کر ایک وقت میں اس قابل ہو جاتا ہے کہ افزایش نسل میں معین ہو اور نر کی صحبت سے اس میں بچہ نکلنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر ہم ایسا ہی مادہ کسی انسان میں ہونا مان لیں تو بھی مثل ایسے معجزات کے ہو گا جن کو ہم اسباب و قوانین قدرت کے مطابق ثابت کر کے خصم کی تسکین نہیں کر سکتے۔ گو اس تمثیل سے اعتراض دور کرنے میں ہم کو بہت بڑی مدد ملتی ہے۔ کیونکہ صدہا رموز قدرت کے محض بر بنائے تمثیلات عقل کے نزدیک قابل قبول ہیں خواہ اُن کی

تشریح کی جا سکے یا نہیں۔ بقراط کا مقولہ ہے کہ مادہ تولید دماغ سے پیدا ہو کر کان کے پیچھے کی رگوں میں ہو کر حرام مغز کے ذریعہ سے گردہ میں ہوتا ہوا خارج میں پہنچتا ہے۔ ڈاکٹری اصول میں بھی یہی کلیہ قرار پایا ہے۔ مگر عورت و مرد کے مخارج و مواضع استلذاذ میں فرق ہے اسی وجہ سے عورت کے اعصاب سینہ کی طرف مائل ہو کر خارج تک پہنچتے ہیں اور مرد کی کمر کی جانب سے قدرت نے عورت و مرد کے ان رگوں کی بناوٹ میں جسطرح مرکزی فرق رکھا ہوا ہے اسی طرح ان کے افعال و خواص میں بھی فرق ہے اور باوجود اشتراک کیفیت لذت بھی کہ دونوں کی حالت لذت جدا گانہ ہوتی ہے۔ ایک میں مادہ پہونچانے کی قوت ہے ایک میں جذب کرنے کی۔ ایک کے مادہ میں صعود و قرار پانے کی طاقت ہے اور ایک میں مادہ کے روک رکھنے کی۔ خلاصہ یہ کہ جس قسم کے اعضاء جس غرض سے عطا ہوئے ہیں اُن سے ویسا ہی فعل سرزد ہوتا ہے کسی ایک عضو کا فعل دوسرا عضو انجام نہیں دے سکتا جس طرح آنکھ سے سن اور کان سے دیکھ نہیں سکتے۔

یہ بات معلوم ہو جانے کے بعد کہ عورت و مرد کے بعض اعضاء کی ساخت اور ان کے افعال و خواص میں اختلاف ہوتا ہے تشریح ابدان میں مستثنیات کا پہلو غور باقی رہتا ہے کیونکہ جسطرح ہم بنی نوع انسان میں مرد و عورت کی کامل و مکمل صورتیں دیکھتے چلے آتے ہیں ویسے ہی کبھی کبھی ان میں ایسے افراد بھی ملتے ہیں جنکی ظاہری و اندرونی ساخت جسمی میں عام آدمیوں سے بڑا فرق ہوتا ہے جنکو ناقص یا عجیب الخلقت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور گو ایسا بران کی تعداد شمار کرنے کے قابل نہیں ہوتی لیکن اگر خاص اہتمام سے اعداد یک جا کیے جاویں تو ایسے آدمیوں کی گنتی ہزاروں لاکھوں تک پہونچ سکتی ہے۔ لولا۔ اور چھ سات انگلی والا آدمی تو اکثر دیکھا جاتا ہے ایسے آدمی بھی دیکھے گئے ہیں جنکے انگوٹھا یا اور کوئی انگلی نہیں ہے۔ ہاتھوں پیروں کے جوڑ گھومے ہوئے اور ناقابل استعمال بھی دیکھے گئے ہیں بعض عجائب خانوں میں دو سر کے لڑکوں کی نعشیں رکھی ہوئی پائی گئیں۔ البتہ بعض خلقی نقص و عیوب ایسے ہیں جن سے انسان کسی کام کا نہیں رہتا۔ اور بعض ایسے ہیں جو چنداں مخل و حارج کار دنیاوی میں نہیں ہوتے۔

ایسے ناقص عجیب الخلقت لوگوں سے قطع نظر کیجئے تو ایک خاص قسم اس نوع کی وہ نظر آئیگی جنکے جسم ظاہری میں تو کوئی نقص نہیں ہوتا مگر اعضائے تناسل ناقص ہونے میں اور ایسا ناقص رکھنے والی نوع میں باعتبار حالت کئی قسمیں ہوتی ہیں ایک قسم ایسے آدمیوں کی ہے جو خواجہ سرا ہیں۔ جو گو بوقت پیدایش صحیح و سالم مرد کی شکل میں پیدا ہوتے ہیں مگر ان کی مردمی سوائے پیشاب نکالنے کے افزایش نسل کا کام دینے کے قابل نہیں ہوتی یہ عجیب بات ہے کہ سارا جسم تو سن کیساتھ بڑھتا ہے اور نمو پاتا ہے۔ مگر ایک خاص عضو میں نہ تو نمو ہوتا ہے نہ اس کے اعصاب اس قابل ہوتے ہیں۔ کہ رجولیت کا مادہ اس کے ذریعہ سے خارج ہو سکے۔ اسی طرح بعض عورتوں میں اندام نہانی ناقص اور ناقابل صحبت ہوتا ہے۔ وہ بھی پیشاب خارج کرنے کے سوا دوسرا کام نہیں دے سکتا۔ ایسے نقص کی نسبت اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ کسی خاص عصب میں قوت فعلیہ ناقص رہ جانے سے تکمیل نہیں ہوتی۔ منجملہ ایسے ہی نقصانوں کے ایک نقص پاخانے کا راستہ نہ ہونے کا ہے کہ بعض عورت یا مرد کے احشاء کا رخ مجرائے بول کیطرف ہوتا ہے۔ اور پیشاب کے مقام سے پاخانہ خارج ہوتا ہے اور کبھی کبھی بعض ہوشیار ڈاکٹروں نے فن جراحی کا کمال دکھا کر اس نقص کا علاج کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

اسی طرح ایک قسم اس نوع کی خنثیٰ ہے جس میں مرد و زن دونوں کی دونوں علامتیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض میں مردمی کی علامت غالب ہوتی ہے۔ اور بعض میں عورت کی۔ اور خال خال ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جنکے دونوں علامتوں میں قوت فعل موجود ہو۔ جیسا کہ مولنا عبد الحلیم مرحوم فرنگی محلی نے سراجی کے حاشیہ پر ایک ایسے مشہور شخص کا حوالہ دیا ہے اور کتب فقہ میں خنثائے مشکل کے بیان میں ایسے آدمیوں کے وجود کی تصریح کیگئی ہے بہر کیف ہر دو علامات اور منجملہ ان کے ایک قوی اور ضعیف رکھنے والوں کا وجود مسلم اور کبھی کبھی مشاہدہ میں آیا ہے سنا تو یہ بھی گیا ہے کہ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انکی ایک علامت کسی زمانہ سن تک ظاہر و غالب رہتی ہے۔ اس کے بعد دوسری غالب آجاتی ہے۔ لیکن اس کا زیادہ کھوج نکالنا کچھ ضرور نہیں البتہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند کریم بطور عجیب الخلقت و نادرہ روزگار بعض آدمیوں کی ترکیب جسمی ایسی بھی رکھتا ہے جسکے اعصاب عضلات ان کی مرکز سے دوہرا نمود ہوتا ہے اور بجائے ایک جانب کار فرما ہونے کے دماغ کو دو طرفہ کام کرنا اور ایسے افعال آثار

حمادر کرنا پڑتا ہے۔ نیز باہم اضداد یا مشاہدہ روزمرہ کے خلاف ہر سکتے ہیں۔ چنانچہ سنہ الزمیں ہم ہیرا پیج گئے تھے یہ زمانہ سید سالار مسعود غازی کے میلہ کا تھا۔ وہاں ایک عجیب الخلقت لڑکا ضلع ہردوئی سے کسی پاس کا بطور نمائش کے لایا گیا تھا اسکے تین پیر تھے۔ دو صحیح سالم تھے۔ اور تیسرا پیر جو درمیان دونوں پیروں کے تھا۔ کمزور تھا۔ اسکے داہنے و بائیں دونوں علامتیں زنانہ و مردانہ تھیں۔ اور دونوں سے وہ پیشاب کرتا تھا۔ یہ تماشا ہزاروں آدمیوں نے دیکھا۔ اور ابھی کل کی بات ہے اگر ہم مندرجہ بالا شہادت کے خلاف چند منٹ کے واسطے یہی فرض کرلیں کہ باوجود خنثیٰ ہونے کے ایک ہی آدمی سے کسی حالت میں بھی دونوں علامات کے افعال سرزد نہیں ہو سکتے تو بھی یہ ضرور اور مجبوراً ماننا پڑے گا کہ جب عجیب الخلقت لوگوں میں دو علامات رکھنے والے آدمی کا وجود پایا جاتا ہے اور بغیر اندرونی رگوں اور اعصاب و عضلات کے سلسلہ کے ظاہر جسم پر کوئی عضو خاص پیدا نہیں ہو سکتا تو لازمی طور پر یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ایک ہی جسم کے بعض اعصاب بجائے ایک کے دو شاخ ہو کر ایک صدر اور دوسرا پشت کی طرف جاسکتا ہے بلکہ جاتا ہے۔ اور اپنی انتہا پر اپنی علامت اپنا اثر اور اپنا فعل ظاہر کرتا ہے۔ سوائے اس کے کہ کسی صدمۂ ظاہری سے وہ ناقص ہو جائے یا اندرونی خلقی نقص سے موضع انتہا پر نہ پہونچے جیسے بعض آدمیوں میں احشاء کا رخ پیشاب گاہ کی طرف مڑ جاتا ہے۔

خلقت انسانی کے نقائص و عجائبات کے متعلق تقریر متذکرہ بالا و تشریح اجسام کی طبی شہادت پیش نظر رکھنے کے بعد قطعی اور لازمی طور سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ آدمی کے دماغ سے نکلنے والی وہ رگیں جو مادہ تولید پیدا کرنے کے واسطے کان کے پیچھے ہو کر حرام مغز میں آتی ہوئی عورت و مرد کے جدا جدا جسمی مرکزوں میں پہونچتی ہیں۔ ان میں کبھی بجائے ایک کے دو شاخیں نکل آتی ہیں۔ جن میں سے ایک نسوانی اور ایک میں مردانہ مادہ پیدا ہوتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ ان دونوں شاخوں کے منتہا پر جو علامت زنانہ یا مردانہ ہوتی ہے۔ ان میں یہ رگیں اپنی اپنی قسم کا مادہ پہونچاتی ہیں۔ اور یا یہ ہوتا ہے کہ ایک شاخ کا فعل دوسری پر غالب آجاتا ہے۔ اس لئے جسطرح سے بعض ناقص الخلقت لوگوں میں احشاء کا منہ پیشابگاہ کی طرف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن اور قابل وثوق و تسلیم ہے کہ مادہ تولید کی دونوں شاخیں رکھنے والی رگوں کی ایک شاخ تو اپنے منتہائے مخرج پر پہونچے اور دوسری کسی وجہ سے بجائے منتہائی مخرج اور حسب حال علامت ظاہری پر پہونچکر ختم ہونے کے درمیان سے دوسری شاخ کیطرف رجوع ہو جائے۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

ہم اوپر اس عام قاعدہ کو لکھ چکے ہیں کہ عورت و مرد کی یکجائی و مقاربت سے حمل قرار پاتا ہے اور ساخت جسمانی کے متعلق اتنی تفصیل لکھدینے سے ذکور و اناث کے بعض اعضاء کے افعال و خصوصیات تاثیری بھی معلوم ہو گئے۔ اور عرف عام میں بھی ہر شخص کو معلوم ہے کہ کس عضو سے کیا کام لیا جاتا ہے اور وہ کیونکر اپنا کام کرتا ہے لیکن عجیب بات ہے کہ باوجودیکہ جسطرح جسم انسانی کے تمام اعضاء کو ایک ایک خدمت سپرد ہے اسی طرح اعضائے تناسل بھی ایک خدمت پر مامور ہیں۔ تاہم ان کے افعال میں ایک استثنیٰ بمقابلہ دیگر اعضاء کے یہ موجود ہے کہ دوسرے اعضاء یا تو خدمت مفوضہ کو بموجب قانون قدرت بجا لاتے ہیں۔ اور یا بوجہ بیماری و صدمات ناگہانی اپنے فعل سے معطل ہو جاتے ہیں۔ مگر اعضائے تناسل کا فعل علاوہ طریقہ معلومہ کے خود بخود نومی حالت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ نیز کبھی کبھی نوجوان اور مغلوب الحال مردوں کو محض غلبۂ تصورات سے بوجہ جوش جوانی بے اختیاری طاری ہو کر اخراج مادہ کا باعث ہو جاتی ہے۔ اس کو بھی حالت خواب سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ کیونکہ کثرت تصورات و اجتماع بخارات ردیہ سے دماغ مغلوب ہو کر اس پر کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو نوم سے کم نہیں ہوتی۔ اور بجائے خود خواب مقناطیسی کا حکم رکھتی ہے۔

رویا جس کو ہندی سپنا اور فارسی میں خواب کہتے ہیں صرف سوتے ہی وقت انسان دیکھ سکتا ہے خواہ طبعی نیند سے سوتا ہو۔ یا نوم مقناطیسی طاری کیا گیا ہو اور دونوں صورتوں میں جو واقعات نظر آویں گے۔ وہ دماغ کے حرکات و سکنات سے متعلق ہوں گے خواب مقناطیسی میں معمول پر اکثر وہ واردات آتی ہے جو عامل کی قوت عملیہ و تخیل سے اقرب ہو اور خواب طبعی میں یا تو رویائے صادقہ ہوگا۔ یا ان واقعات و خیالات کا تصور بندھے گا۔ جو کسی وقت سونے والے پر گذرے ہوں۔ اسی طرح رویائے صادقہ میں کبھی تو من و عن واقعات ہی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اور کبھی ایسی باتیں منکشف ہوتی ہیں۔ جن میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے اور صحیح صحیح تاویل کرنا معبر کی ذکاوت پر موقوف ہے مگر سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ امر ہے کہ احتلام جس کو رویائے صادقہ نہیں کہا جا سکتا اس کا نتیجہ معاً سامنے آجاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ احتلام کیونکر ہوتا ہے چنداں محتاج شرح نہیں ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ البتہ اتنا بیان کر دینا چاہیئے کہ جب خواہش نفسانی کا غلبہ ہوتا ہے اور دماغ تک اس کے بخارات پہونچتے ہیں اور شدت حرارت مرکزی سے مادہ خارج ہو جاتا ہے تو جو طریقہ عام میں اس فعل کے واسطے مقرر ہے اس کو قوت متخیلہ سامنے لاکر کھڑا کر دیتی ہے گویا قوت مصورہ کا یہ کام ہے کہ اس خواہش کے لئے دل و دماغ پر مستولی ہوتی ہے اخراج مادہ کے واسطے سامنے ہی تصویر پیش کردے جو اس فعل کا ذریعہ ہے اور اس طرح ایک ہمجنس کا تصور بندھ کر یہ کیفیت واقع ہوتی ہے۔ جس کا اثر صریحی طور پر عالم بیداری میں پایا جاتا ہے۔

جناب مسیح کے بے باپ پیدا ہونے کے خیال پر جب ہم محولہ بالا اصول و ضوابط طبی کو مد نظر رکھکر غور کرتے ہیں تو ہم کو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو ہم اس عجیب انسانی قسم میں داخل سمجھیں جن کے اجسام میں صانع قدرت نے نسوانی و مردانہ دونوں شاخیں رکھنے والے اعصاب پیدا فرمائے ہیں مگر ساتھ ہی ہم اس بات کو قطعی طور پر قابل تسلیم سمجھتے ہیں کہ معمولی خنثیٰ کی طرح بظاہر آپ میں دونوں علامات (مردانہ و زنانہ) موجود نہ تھیں بلکہ ظاہر طور پر آپ کی ساخت جسمی نازک معمولی اعضاء کے موافق تھی اور اندرونی ترکیب میں وہ اعصاب بھی موجود تھے جو مردانہ جسم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن جسطرح اصول ڈاکٹری میں ناقص و عجیب الخلقت کے سلسلہ میں یہ مان لیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے احشاء کا منہ بجائے مخرج براز کی طرف ہونے کے مجرائی بول کی جانب ہو جاتا ہے اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کے مردانہ اعصاب بجائے اس کے کہ معمولی خنثیٰ کیطرح آپ کے جسم ظاہری میں علامت مردی ہوتی ان پر ختم ہونے رحم کی طرف منتقل ہو کر خاص اس مقام پر ختم ہوئے جہاں کہ عورت و مرد کے مواد تولید کا باہم اتصال و انضمام ہوتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس کے ماننے میں پس و پیش کو ذرا گنجائش نہیں کیونکہ جب ایک تمثیل نقص خلقت کی بجنسہ ایسی ہی موجود ہے اور یہ معلوم ہے کہ ایسے عجیب الخلقت لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جن میں دونوں قسم کے اعصاب ہوتے ہیں۔ منجملہ ایسے ہی کسی شخص کے اگر اتنا ایک میں تغیر رہا ہو کہ دونوں قسم کے اعصاب ایک مرکز پر جمع ہوگئے ہوں۔ جس کو بظاہر نقص خلقت کہا جا سکتا ہے تو کوئی محل تعجب نہیں کیونکہ جو امر بظاہر موجب تعجب معلوم ہوتا ہے فی الواقعہ اسی میں خدا کی ایک قدرت خاص مضمر ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسی متواتر مثالیں بھی کیوں نہیں پائی جاتی ہیں اس وجہ سے قابل توجہ نہیں کہ ما نحن فیہ میں مستثنیات و عجائبات پر بحث ہے۔ اور عجائبات کے واسطے یہ قطعاً ضروری نہیں کہ کثرت ہو بلکہ اس کا شاذ و منفرد ہونا ہی دراصل اس کے استثناء و عجیب ہونے کی دلیل ہے۔

ابھی اس رائے کو ولادت مسیح علیہ السلام سے منطبق کرنے کے واسطے ہم قرآنی شہادت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جس میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے واقعات بتفصیل بیان کئے گئے ہیں یوں تو یہ قصہ شروع سے لیکر آخر قرآن تک کہیں کہیں اور بجزات ... بیان کیا ہے۔ لیکن تمام

تفصیلات قرآنی سے جو تدریجی نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے:۔

حضرت مریم اپنی ماں کے پیٹ ہی میں تھیں۔ اس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ لوگ اپنی اولاد کو خانہ خدا (بیت المقدس) کی خدمت اور عبادت کے واسطے مخصوص کر دیتے تھے مریم کی ماں نے بھی اس امید میں کہ خدا بیٹا دیگا منت مانی کہ میں اپنے پیٹ کے بچہ کو دنیاوی تعلقات سے آزاد کر کے خدا کی خدمت و عبادت کے واسطے نذر کرتی ہوں پھر وضع حمل کیا تو بیٹی پیدا ہوئی اس وقت ماں کو تردد ہوا کہ مرد کا کام عورت سے کیونکر انجام پاوے گا۔ مگر نذر کا ایفا ضروری تھا۔ لہذا انہوں نے اپنی مناجات میں اس مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے بیٹی کا نام مریم رکھکر خدمت خداوندی کے واسطے مخصوص کر دیا۔ اور دعا کی کہ خداوندا اس لڑکی اور اس کی ذریت کو میں شیطان کے فریب سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ اور مریم کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ذمہ لی پھر بعد بلوغ کے ایک دن مریم کو غسل کی ضرورت ہوئی اپنے مکان کے مشرقی حصہ میں وہ پردہ ڈالکر نہانے لگیں۔ اس وقت خدا کا فرشتہ ایک نوجوان مرد کی شکل میں ان پر ظاہر ہوا۔ یہ بیچاری بے عصمتی سے ڈریں۔ اور اس کو آدمی سمجھکر خدا کا واسطہ دلانے لگیں۔ پھر فرشتے نے کہا میں تمہارے خدا کا مرسلہ ہوں اور تمہیں اولاد پیدا ہونیکی بشارت دینے آیا ہوں۔ یہ سنکر مریم بہت گھبرائیں اور تعجب سے بولیں۔ کہ مجھکو تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں میرے اولاد کیسے پیدا ہوگی فرشتہ بولا خدا کا یونہی حکم ہے۔ یہ مولود خدا کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی اور ایمان لانے والوں کے واسطے موجب رحمت ہوگا۔ بجبر داس کے مریم حاملہ ہوگئیں اور بعد ختم مدت حمل حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے۔ اس قصہ میں دو جزو ہیں ایک ولادت مریم سے متعلق ہے اور دوسرا پیدائش حضرت مسیح سے۔ اور دونوں کے واقعات جس طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے ہمارے خیال کی پوری تائید ہوتی ہے۔ مگر چونکہ ہمنے ابھی تک حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر کوئی رائے ظاہر نہیں کی ہے بلکہ صرف حضرت مریم کا عجیب الخلقت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ لہذا پہلی مریم ہی کے متعلق تائید قرآنی بیان کرتے ہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ زوجہ عمران یعنی والدۂ مریم کو امید تھی کہ اس حمل سے اولاد نرینہ ہوگی اور اسی بھروسہ پر انہوں نے قبل وضع حمل بچہ کو نذر کر دیا۔ پھر پیدا ہوئی لڑکی۔ مگر پھر بھی وہ اپنے عہد پر قایم رہیں اور باوجودیکہ خود لیس الذکر کالانثیٰ اپنے منہ سے کہا۔ تو بھی مولود کو خدا کی نذر کر دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ واقعات ہی اس بات کی دلیل ہیں کہ والدہ مریم نے باوجود مریم کے بصورت اناث ہونے کے بھی ان کی ساخت جسمانی میں کوئی ایسی کھلی بات ضرور دیکھی جس پر مطمئن ہوکر انہوں نے عورت کو مردانہ خدمات کی غرض سے نذر کر دیا۔ کیونکہ نذر کرتے وقت رب انی نذرت لک ما

فی بطنی محررا کہا تھا جسکا مطلب یہ ہے کہ اس بچہ کو دنیا کے جنجال اور گرستی کے قیود سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ کیونکہ راہبانہ زندگی بسر کرنے والے شادی بیاہ وغیرہ تعلقات خانہ داری سے بالکل آزاد ہوتے ہیں۔ مریم کو بھی یہی مرحلے پیش آنیوالے تھے۔ بخلاف اس کے جب مریم کو راہ خدا میں دینے لگیں تو دعا کی۔ کہ خداوندا اس ذریت کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس اگر والدۂ مریم نے مریم میں کوئی عجیب بات نہیں دیکھی تو یہ دعائیں کیوں کی۔ اس لئے کہ بسبب معذور ہونے مریم کو ساری عمر کنواری رہنا لازمی تھا تو ذریت کے واسطے دعا مانگنا بے سود تھا۔ یہ ایسے وجوہ ہیں جو یہ ماننے پر مجبور کرتے ہیں۔ کہ وقت ولادت حضرت مریم کی ماں کو بعض آثار معمولی لڑکیوں کے مغایر حضرت مریم میں ضرور معلوم ہوئے جنہوں نے ان کو ایسی دعا مانگنے کی ضرورت محسوس کرائی یا یہ کہ گو وہ مریم کی ساخت جسمانی کے عجائبات سے بیخبر رہی ہوں لیکن پیدا ہوتے وقت مریم سے بعض حرکات ایسے صادر ہوئے جو ان کی ماں کو تعجب میں ڈالنے والے رہے ہوں یا قد و قامت رو داری وغیرہ میں کوئی ایسی خصوصیت نظر آئی جس سے متاثر ہوکر بطور الہام والقاء ان کے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوئے۔ جس کی وجہ سے بے اختیار ان کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ مگر اس جگہ ایک خاص نکتہ قابل غور ہے کہ اس واقعہ کو قرآن مجید میں ان الفاظ ذکر فرمایا ہے۔ فلما وضعتها قالت رب انی وضعتها انثیٰ واللہ اعلم بما وضعت اور واللہ اعلم بما وضعت ایسا بلیغ اشارہ ہے جس سے ہمارے کلام کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ لفظ بما وضعت پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ زوجہ عمران نے جیسی اور جس حیثیت و شان کی لڑکی جنی ہے اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مریم کی جو کچھ شان و مرتبت ہے وہ محض جناب مسیح کی ماں ہونیکی وجہ سے ہے لہذا ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں خداوند کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کی اس عجیب ساخت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جسکو ہم نے اوپر حوالہ قلم کیا ہے اسی طرح وجعلنا ابن مریم و امہ آیۃ سے بھی حضرت مریم کی خلقت کی خصوصیت مستفاد ہوتی ہے کیونکہ سوائے اس اظہار قدرت کے مریم کو بمقابلہ دوسری عورتوں کے اور کوئی شرف و امتیاز حاصل نہ تھا اور نہ بغیر ایسی کسی خصوصیت کے وہ آیۃ اللہ میں شمار ہو سکتی تھیں طبی اور قرآنی شہادت سے یہ ثابت ہو جانیکے بعد کہ حضرت مریم کی ساخت جسمانی عجیب قسم کی تھی۔ اور ان میں مردانہ و زنانہ دونوں قوتوں کے اعصاب موجود تھے پیدایش مسیح علیہ السلام کے واقعہ کو ہم یوں سمجھتے ہیں کہ جب مریم کی بھرپور جوانی کا وقت آیا تو ظاہری طور

پر نسوانی علامت غالب ہونے کے سبب سے آپکو ماہواری غسل کی ضرورت ہوئی۔ اور آپ مکان کے گوشہ میں نہانے بیٹھیں تو جسطرح جوانی امت نوم طبعی یا مقتضا طبیعی آدمی کو احتلام ہوتا یا اور خواب نظر آتے ہیں بباعث ہیجان مادۂ جوانی و لتصور کیفیت مقاربت آپ کے مردانہ اعصاب میں بھی ایک قسم کی حرکت پیدا ہوئی۔ جس سے آپکا دماغ مغلوب ہوگیا۔ ایسی حالت میں اس مادہ نے جو مردانہ اعصاب میں تھا بسبب قوت جذب مادہ نسوانی رحم کیطرف صعود کیا اور آپ کو حمل رہ گیا جو بلحاظ مسلمات مندرجہ بالا قابل قبول ہے ذالک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون

حضرت مریم ضرور راہبہ تھیں اور بالضرور عابدہ و زاہدہ رہکر زندگی بسر کر رہی تھیں لیکن خصائل انسانی سے منزا نہ تھیں۔ سن بلوغ آنے کے بعد ان کو نہانے کی حاجت ہوئی جو مقتضائے فطرۃ لازمی تھا یہ بھی یقینی ہے کہ جسطرح ہر انسان کو مراہق و بالغ ہونے کے وقت ان آثار و حالات کے متعلق تفتیش کا خیال ہوتا ہے جو سن بڑھنے پر اسمیں ظاہر و پیدا ہوتے ہیں اسی طرح حضرت مریم کو بھی بالضرور اپنی ہجولیوں یا بڑی بوڑھیوں سے پوچھنا پڑا ہوگا۔ کہ یہ نئی بات جو خود بخود مجھ میں ظاہر ہوئی ہے پس بطور نتیجہ صحیح کے ہم کو ماننا پڑیگا کہ ماہواری ایام کی تشریح کرتے ہوئے مرد و عورت کی یکجائی کا کسی نہ کسی نے ضرور ذکر کیا ہوگا۔ اور چونکہ آپ مسجد میں معتکف یا چلہ کش نہ تھیں۔ بلکہ مکان میں رہکر اپنی حاجات رفع کرتی تھیں جیسا کہ واقعہ غسل کا اس پر شاہد ہے۔ لہذا یہ یقین کر لینا چاہئے کہ ہجولیوں کے میل جول میں آپ نے مرد و عورت کے تعلقات صحبت کا ذکر اچھی طرح تفصیلی طور پر سنا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ انسان کو ابتدائی شباب میں ایسی حکایات و روایات سننے سے چارہ نہیں بقول شیخ سعدی چنانکہ افتد و دانی۔ غرضیکہ آپ کے کان اس سے بخوبی آشنا تھے اس لئے جب آپ تنہائی میں بیٹھی ہونگی اور آپ نے اُمنگ بھرے اعضائے جسمانی پر نظر کی ہوگی اس وقت جوش جوانی نے کیفیت مقاربت کے تصورات کا سلسلہ قایم کر کے دماغ کو مغلوب الحال کر دیا ہوگا۔ اور ایسا خیال کچھ منافی عصمت بھی نہیں۔ کیونکہ صبر و عصمت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ فطرتی تقاضے انسان کے دل میں پیدا نہ ہوں بلکہ ان خواہشات پر غالب آنے کا نام عصمت اور صبر ہے اور یہی عصمت و صبر آدمی کی تعریف ہے ورنہ اگر ملائکہ کی طرح انسانی خواہشات وجذبات کا جسم میں وجود نہ ہوتا۔ تو کوئی وجہ عام لوگوں سے ممتاز ہونے کی نہ تھی۔

جہاں تک ہمارا خیال ہے ہم نے اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے لکھدیا ہے۔ اور اگر انصاف سے کام لیا جاوے تو اب اس میں چون و چرا کی گنجایش نہیں۔ لیکن کیا عجب ہے کہ ہمارے مسلمان

بھائی خود ہی ہمارے بیان پر اس خیال سے اعتراض کریں کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش بطور معجزہ کے ہوئی۔ اس کو علمی شہادت و تمثیلات سے ثابت کرنا کیا ضرور ہے اس لئے ہم نہایت ادب سے عرض کریں گے کہ گو معجزہ خرق عادت کے معنے میں آتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کی قدرت و اسباب مقررہ کے خلاف کوئی نبی مرسل خود تصرف کرکے ایک نئی بات پیدا کردے بلکہ واقعی مفہوم معجزہ کا یہ ہے کہ جو اسباب عادۃً اور ظاہر میں رائج و معلوم ہیں بلا ان کی اعانت کے وقتاً محض تائید غیبی سے واقع ہو جائے جس میں دوسرے آدمی کو کوشش و کشش اور تدابیر سے بھی کامیابی ہونا مشکل ہو جاوے ٭

جلسہ احمدیہ

گوجرانوالہ میں جلسہ دو دن ۲۵ و ۲۶ - اکتوبر ۱۹۱۳ء کو بخیر و خوبی ہوا۔ دیکھنے سننے والوں پر بہت نیک اثر کا باعث ہوا۔ ہر دو دنوں کے لیکچر مقررہ مضامین پر فصاحت و بلاغت کے ساتھ ادا ہوئے۔ سامعین کی تعداد اول سے آخر تک معقول رہی۔ تمام میدان جلسہ عموماً بھرا رہتا تھا۔ صدر جلسہ پہلے دن چوہدری نصر اللہ خان صاحب تھے۔ دوسرے دن پہلے اجلاس میں یہ عاجز اور دوسرے میں حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ ۹۔

قرآن شریف اور نظم کے بعد سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیکچر "اسلام اور دیگر مذاہب" منشی ظہیر الدین صاحب نے بآواز بلند پڑھ کر سنایا۔ جس کا بہت ہی اثر ہوا۔ اور میرے خیال میں احباب گوجرانوالہ کی اس تجویز کی تقلید دوسرے جلسوں میں بھی کرنی چاہیئے۔ یہ بہت بابرکت بات ہے۔ کہ ہر جلسہ میں حضرت مسیح موعود کی کوئی تقریر و تحریر بھی پڑھی جائے۔ اس کے بعد دوسری تقریر مولوی مبارک علی صاحب کی ہوئی۔ جو کہ وفات مسیح پر تھی اور اگرچہ وفات مسیح کا مضمون اس قدر پڑھا لکھا جا چکا ہے کہ ہمارے بعض خریداران بدر اس بات کو بھول گئے کہ اخبار نہ صرف سابقین اولین کے لئے ہے مگر اور نئے آدمیوں کو کھینچنا بھی اس کا کام ہے۔ اگر گاہے اخبار میں کوئی مضمون وفات مسیح پر ہوتا تو وہ گھبرا اٹھتے ہیں لیکن مولوی صاحب نے اپنے مضمون کو ایسے پیرایہ میں پیش کیا۔ کہ سامعین کے واسطے موجب لطف ہوا۔

تیسری تقریر شیخ محمد یوسف ایڈیٹر نور کی تھی۔ جس میں باوا نانک صاحب کو ثابت کیا گیا کہ وہ ہندو نہ تھے اور مسلمان تھے اور انہوں نے کوئی اپنا علیحدہ مذہب نہیں بنایا تھا۔ اس مضمون میں ہر ایک بات کو خود باوا صاحب کے اپنے اقوال اور سکھوں کے بڑے بزرگوں کی تحریروں سے نہایت واضح الفاظ میں ثابت کیا گیا۔ افسوس ہے کہ سامعین میں سکھوں کی تعداد بہت ہی کم تھی ایسا لیکچر اگر سکھوں کی کسی جماعت میں دیا جاوے تو امید کرتے ہیں کہ ان میں سے منصف مزاج لوگ بہت جلد حق کو قبول کریں۔ شیخ صاحب موصوف کو خدا کے فضل سے اس مضمون پر پوری حکومت ہے اور وہ جو کچھ کہتے ہیں سنجیدگی اور سچائی اور معقولیت سے کہتے ہیں اس تقریر پر پہلا اجلاس ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس بعد نماز ظہر شروع ہوا اور بعد تلاوت قرآن و نظم شیخ محمد یوسف خان صاحب نومسلم نے مختصر الفاظ میں اپنے اور اپنی بی بی کے مذہب نصاریٰ کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے اور اسلام کی حقیقت کو احمدی جماعت میں پانے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کا لیکچر اس زمانہ میں مسیح و مہدی کے ظہور کی ضرورت پر ہوا۔ چونکہ لیکچر گاہ باغ میں بنایا گیا تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنے اردگرد کے بوٹوں اور درختوں کی طرف سامعین کو متوجہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طاقتوں کا نقشہ ایسے دلربا پیرایہ میں کھینچا۔ اور نظام قدرت کے حقائق کو اس خوبصورتی سے پیش کیا۔ کہ اگر شام نہ ہو جاتی تو سامعین ہرگز نہ چاہتے تھے کہ وہ لیکچر ختم ہونے میں آوے۔ مولوی صاحب نے سائنس کے نظاروں سے ان کے حقائق اور قرآن شریف کی آیات سے مصلح کے آنے کی ضرورت کو واضح کر دیا۔

دوسرے دن پہلی تقریر حافظ روشن علی صاحب کی مسئلہ ختم نبوت پر ہوئی۔ جس میں حافظ صاحب نے عالمانہ رنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اور اس کے ماتحت حضرت مرزا صاحب کا نبی اللہ ہونا بدلائل قاطعہ ثابت کر دیا۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف خاتم النبیین بلکہ خاتم الاولین والآخرین ثابت کیا۔

اس کے بعد **حضرت صاحبزادہ صاحب** کی تقریر شروع ہوئی۔ اور تقریر کے ساتھ ہی آسمانی رحمت کا بھی تقاطر ہوا۔ اس کا اقتباس خلاصہ انشاء اللہ اگلے اخبار میں درج ہوگا۔ اس کے بعد نماز ظہر ہوئی اور بعد نماز میرا لیکچر اسلام اور عیسائیت پر ہوا۔ ایک پادری صاحب نے کچھ سوالات کئے تھے ان کے بھی جواب دیئے گئے۔ میرے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو سمجھایا کہ وہ کیونکر ترقی کر سکتے ہیں۔ تمام جلسہ نہایت کامیابی سے ہوا۔ صاحب ضلع اور ناظمان میونسپلٹی اور پبلک گوجرانوالہ کے شکریہ کے بعد دعا کی گئی ٭

دعا مدد ہمارے مکرم دوست شیخ محمد یوسف صاحب ٹھیکہ دار انبالہ۔ بعض ابتلاؤں میں مبتلا ہیں اور چاہتے ہیں کہ احباب ان کے واسطے درد دل سے دعا کریں۔

اطلاع۔ اس اخبار کے ساتھ ضمیمہ درس قرآن و مصالح عرب نہیں چھپ سکے (ایڈیٹر)